

سوال: سحر البیان مثنوی کی تمام خصوصیات کو پورا کرتی ہے۔ بحث کریں۔

سحر البیان

جواب:

اردو کی طویل مثنویوں میں جو شہرت و قبول عام "سحر البیان" یعنی شہزادہ بے نظیر و بدر منیر کی داستان کو حاصل ہوا وہ کسی دوسری منظوم داستان کو نصیب نہ ہوا۔ سحر البیان کے وجود میں آنے سے پہلے شمالی ہند میں سودا اور میر کے چند منظوم عشقیہ افسانے موجود تھے اور اس میں شرک نہیں کہ "دریائے عشق" اور "شعلہ عشق" کی حکایتیں مقبول ہو چکی تھیں۔ لیکن اب تک کوئی ایسی داستان وجود میں نہ آئی تھی جو فنی و ادبی معیار کے لحاظ سے اردو قصائد و غزلیات کی حریف قرار پائی۔

زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ گلزار نسیم زہر عشق، مہ جبین و نازنین اور طلسم الف جیسی مثنویاں کے قبول عام کا دور دراصل سحر البیان کے بعد شروع ہوتا "سحر البیان" طویل مثنویوں یا نظموں کا نقش بول تھا اور توقع تھی کہ آنے والے شعراء نقش دوم کو سحر البیان سے بھی زیادہ دلکش و اثر انگیز بنائیں گے۔ لیکن جیسا کہ آگے چل کر بحث کی جائے گی یہ امید پوری نہ ہوئی اور اب تک اردو میں کوئی ایسی مختصر یا طویل منظوم داستان موجود نہیں ہے جسے سحر البیان پر ترجیح دی جاسکے۔

صرف ایک مثنوی "گلزار نسیم" البتہ ایسی ہے جو بعض محاسن کے اعتبار سے "سحر البیان" کے مرتبے کو چھیتی ہو یا نہ چھیتی ہو لیکن ایک کا نام آتے ہی دوسری مثنوی خود بخود ذہن میں ابھر آتی ہے۔

سحر البیان میر حسن کے آخری عمر کی تصنیف ہے۔ اس سے پہلے وہ کئی مثنویاں لکھ چکے تھے۔ پہلی طویل مثنوی 1183ء میں آصف الدولہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی اس میں 95 اشعار ہیں۔ دوسری مثنوی رموز العارفین 1188ء میں لکھی گئی۔ پوری مثنوی مولانا روم کی مشہور مثنوی کی بحر و وزن میں ہے اور اس میں امیر اہم اہم بادشاہ بلخ کے سلطنت سے کنارہ کش ہو کر فقیر ہو جانے کا حال نظم کیا گیا ہے۔ نظم کا مقصد مولانا روم کے طرز پر لوگوں کو عرفان و حقیقت کا درس دینا ہے۔ پورا واقعہ نہایت زندگ اور پر اثر لہجے میں نظم کیا گیا ہے اور مثنوی کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے لیکن سردست یہ مثنوی تھارے موضوع سے خارج ہے۔

واقعہ نگاری و منظر نگاری کے اعتبار سے یہ مثنوی سحر البیان سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ سحر البیان سے کچھ دنوں پہلے وہ مثنوی حقیقت میں (1199ھ) اور مثنوی قصر جواہر (1177ھ) بھی لکھ چکے تھے۔ آخر الذکر میں باغ بہار اور سیر مہتاب وغیرہ کی منظر کشی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں دونوں مثنویوں کے بعض مناظر پر مثنوی سحر البیان کے مناظر کی بنیاد بعد نواب آصف الدولہ رکھی گئی ہے۔

میر حسن فیض آباد سے لکھنؤ پہنچ گئے اور جلد دربار تک رسائی حاصل کر لی۔ بادشاہ کو شفیق دوا ب اور پاک سحر البیان لکھنا شروع کیا اور 1199ھ/1784ء تک ختم کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کر دی۔ میر حسن کو اس منظوم داستان کی تکمیل میں کتنا وقت دینا پڑا اس کا تعین کرنا مشکل ہے۔ قیاس یہ ہے

کہ 1192ھ میں گلزار ارم کے خاتمہ پر انہوں نے سحر البیان کی طرف توجہ کی ہوگی۔ صاحبِ مثنوی دعویٰ تو یہ ہے کہ برسوں خون پانی کرنے کے بعد سحر البیان وجود میں آئی ہے اور اک عمر کی مثنوی مثنوی کے بعد اس مثنوی کے حروف کو موتیوں کی آب و تاب نصیب ہوئی ہے۔

را منصفو داد کی ہے جا
کہ دریا خن کا دیا ہے بہا
زبس مر کی اس جوانی میں صرف
تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حرف
جوانی میں جب ہو گیا ہوں میں پیر
تب ایسے ہوئے ہیں خن بے نظیر

یہ مثنوی خود میر حسن کی نظر میں کن خصوصیات کی حامل تھی اور وہ اس سے کیسی کیسی وابستہ رکھتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے اشعار سے کیا جاسکتا ہے:

نہیں مثنوی ہے یہ اک بھلجھری
مسل ہے موتی کی گویا لڑی
نئی طرز ہے اور نئی ہے زباں
نہیں مثنوی ہے یہ ”سحر البیان“
رہے گا جہاں میں مرا اس سے نام
کہ ہیں یادگار جہاں یہ کلام
ہر اک بات پر دل کو میں خوں کیا
تب اس طرح رنگین مضمون کیا
اگر واقعی غور تک کیجئے
صلہ اس کا کم ہے جو کچھ دیجئے

شیر علی افسوس نے یہ جملہ ”کھوٹ صرف طالع کی ہے“ یونہی نہیں لکھا۔ یہ فقرہ اپنے بیچے تاریخی واقعہ رکھتا ہے۔ جب سحر البیان مکمل ہوئی تو نواب قاسم علی خاں نے چاہا کہ میر حسن سے لے کر نواب آصف الدولہ کی خدمت میں پیش کریں۔ میر حسن نے اس خیال سے کہ کہیں یہ مثنوی اور کے نام سے دربار میں نہ پہنچا دی جائے مثنوی دینے سے انکار کر دیا۔ کچھ دنوں بعد خود لے کر نواب آصف الدولہ کو سامنے لگے۔ نواب قاسم علی خاں بھی موجود تھے ان کو یہ بات پسند نہ آئی۔

جس وقت میر حسن نے نواب کی مدح میں یہ شعر چڑھا:

سکادت یہ ادنیٰ سی اک اس کی ہے
کہ اک دن دو شالے دیتے سات سے

نواب قاسم علی خان نے دوسرے مصرع کے کچھ ایسے معنی پہنائے کہ نواب آصف الدولہ
میر حسن سے خفا ہو گئے۔ سعادت خاں ناصر نے اپنے تذکرہ مرقومہ 61-1260ھ میں اس واقعہ کو
تفصیل سے یوں بیان کیا ہے:

”نواب قاسم علی بہادر نے جب سنا تو فرمایا مجھے دو کہ تمہاری طرف سے حضور نواب آصف
الدولہ بہادر کے لئے جاؤں۔ مصنف نے یہ خیال اس کے مبادا اور کسی کے نام سے حضور میں گزرے
انکار کیا۔ بعد چندے اور کسی تقریب سے حضور میں باریاب ہوئے۔ نواب سابق الذکر کہ افسانہ رفت
سے آزدگی رکھتے تھے نواب صاحب کی تعریف میں بول اٹھے یہ جو کہتے ہیں کہ
اک دن دو شالے دیتے سات سے

حضور نے تو ہزار بادو شالے آج واحد میں بخش دیئے ہیں۔ شاعری میں مبالغہ ہوتا ہے یہاں
یوں واقعی میں بھی ہے نواب ناصر کا دل اس کے سننے سے اچاٹ ہوا یہ غلط کم یعنی میر موصوف کی جی ایسے
ماگھو اور اس کی سکادت سے ناکام رہا۔

مولانا عبدالسلام ندوی سے لے کر محمود فاروقی تک کی تالیفات میں اس امر کا اظہار کیا
گیا ہے کہ ”عمر الہیان کی بحر کے انتخاب میں میر حسن عام راستے سے ہٹ کر چلے ہیں۔ یہ مشقیہ مشنوی
حسن و عشق ہجر وصال درد اثر سوز و گداز اور دل کے جذبات کی حامل ہے۔
ان انشاء، عمر الہیان جیسی بلند پایہ مشنوی کو انسان کی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ چنانچہ وہ میر حسن
کے حلقے کھینچے ہیں کہ ”بد مذہب کی مشنوی نہیں کہی گویا ساٹھ کے کاٹل بیچتے ہیں۔“

انشائیہ کی یہ رائے درست نہیں معلوم ہوتی کہ بحر متغایب ”حسن مقصور و مہذوف“ رزمیہ مشنویوں
کے لئے مخصوص تھی اور میر حسن نے اسے رواج عام کے خلاف مشقیہ مشنوی کے لئے استعمال کیا ہے۔ اور
عام میں قبول ہو چکی تھیں۔ ان میں سے بعض حسن زبان و بیان سے آراستہ تھیں اور میر حسن نے
اپنی مشنوی میں ان سے استفادہ کیا ہے۔

میر حسن اور شمالی ہند کے دوسرے شعراء ”مشنوی ہستان خیال“ سے ہماری طرح واقف تھے۔
ہستان خیالی اور عمر الہیان کو سامنے رکھ کر دیکھئے تو ایسا لگتا ہے گویا میر حسن نے سران کا شعوری تنبیح
کیا ہے۔ یہی نہیں کہ دونوں بحر و وزن میں ایک سی ہیں بلکہ ان کے انداز بیان میں بھی بالکل یکسانی
مشابہت ہے۔

انہوں نے کہ فضائل کی پوری مشقیہ داستان تیار سے سامنے نہیں صرف ”مہجر و شعراء مختلف

جو نصف سنیں گے کہیں گے کبھی
 نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی
 مرے ایک مشفق ہیں مرزا قتیل
 کہ ہیں شاہراہ سخن کے دلیل
 سنی مثنوی جب یہ مجھ سے تمام
 دیا اس کی تاریخ کو انتظام
 زبیں شعر کہتے ہیں وہ فارسی
 ہر اک شعر ان کا ہے جوں آری
 انہوں نے شتابی اٹھا کر قلم
 یہ تاریخ کی فارسی میں رقم

قتیل کے اس فارسی قطعہ تاریخ کے علاوہ مصحفی اور فخر الدین ماہر نے بھی ذیل کے قطعات
 تاریخ کہے تھے اور قتیل کی طرح یہ قطعات بھی مثنوی کے آخر میں شامل ہیں:

میاں مصحفی کو جو بھایا یہ طور
 انہوں نے بھی کی فکر ازراہ غور
 کہی اس کی تاریخ یوں بر محل
 یہ بت خانہ چین ہے بے بدل
 سنی جب کہ ماہر نے یہ مثنوی
 تو محفوظ ہو فکر تاریخ کی
 یہ مصرعہ پڑھاؤ وہیں پا کر طرح
 ہے اس مثنوی کی یہ نادر طرح

سحر البیان کا قصہ: سحر البیان کے قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی شہر میں کوئی بادشاہ تھا۔ اسے ہر طرح کی
 تیش میسر تھا لیکن اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ ناامید ہو کر ترک دنیا کا خیال کیا۔ نجومیوں اور جوتشیوں کو بلا
 کر مشورہ کیا گیا تو انہوں نے اولاد ہونے کی پیش گوئی کی۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ بارہواں سال لڑکے
 کے لیے خطرناک ہوگا۔ جان سے تو محفوظ رہے گا لیکن کوئی پری اس پر عاشق ہوگی اور پرستان کی طرف
 اڑالے جائے گی۔ نجومیوں کی پیش گوئی درست تھی۔ کچھ دنوں بعد ایک چاند سا بیٹا پیدا ہوا اور بے نظیر بنا
 رہا گیا۔ سارے ملک میں چراغاں کیا گیا اور جشن منایا گیا۔ چوتھے سال لڑکے کا دودھ چھڑا کر ایک

۱۔ آیا ہوں خدمت میں بہر نیاز

یہ امید ہے پھر کہ ہوں سرفراز

لیکن اگر اس کہانی کے مختلف اجزاء کو ذہن میں رکھ کر داستانوں پر غور کریں تو صاف یہاں ہے کہ میر حسن نے اپنی کہانی پرانی کہانیوں کی مدد سے ترتیب دی ہے۔ فضائل علی خان نے سبقتیں سراج اور نگ آبادی کی مشنوں سے میر حسن نے اثر قبول کیا ہے۔ لیکن سحر البیان کے پلاٹ پر دوسرے قصوں کا بھی اثر نمایاں ہے۔ بادشاہ کا اولد ہونا مایوسی میں ترک دنیا کا خیال کرنا، نجومیوں اور جوتش اسٹار کے بیٹا پیدا ہونے کی پیش گوئی کرنا نئی باتیں نہیں۔ اس سے پہلے ”چہار درویش“ میں اور بعد ”شکوہ و شکایت“ میں اور ”جین و نازنین“ میں اس قسم کے واقعات و کردار آچکے ہیں۔ نجم النساء کا شہزادہ بدر منیر کی نکاح بھی نیا واقعہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس سے پہلے حاتم طائی اور بعد میں اگر و گل کے قصوں میں ان کے کردار در و نما ہو چکے ہیں۔ مانوق الفطرت عناصر مثلاً دیو پری جن وغیرہ تو ایسی مخلوقات میں سے ہیں اور وہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام داستانوں میں مشترک ہیں۔ اس لیے سحر البیان کے اس پہلو کو نیا کہنا مناسب نہیں۔ سحر البیان کے ماخذات کی فہرست میں نعمت خان عالی کی وقائع حسن و عشق اور نظامی کے ”سکندر نامے“ کو بھی شامل کرنا چاہئے اس لیے کہ تکنیک پر عالی اور نظامی دونوں کا اثر نمایاں ہے۔

سحر البیان کے قصے میں داستان کو پھیلانے کے لیے علم طب، فلسفہ، نجوم اور جوتش اصطلاحات کی آتش بازی اور کھانوں کی قسمیں پھولوں، سوار یوں، باجوں کے نام گھوڑوں کی قسمیں زیور لباس اور قص کی قسمیں خاص اہتمام کے ساتھ کثیر تعداد میں جمع کی گئی ہیں۔ ملک محمد جانی کی بدومات کا ذکر سحر البیان پر نظر آتا ہے۔ بدومات سحر البیان سے کوئی ذہائی سو برس پہلے لکھی گئی تھی۔ بعض پہلوؤں میں مشترک ہیں۔ غسل، سواری، جشن، آتش بازی، مہمان داری، ضیافت، رقص و سرود اور موسیقی کی مجلس کی تصویریں۔ دونوں قصوں میں ایک ہی انداز کی کھینچی گئی ہیں۔

میر حسن کے ضمنی قصے دلچسپ تو نہیں لیکن اصل داستان سے مربوط ضرور ہیں اس لیے وہ کہانی کو آخر تک سنبھالے رہتے ہیں۔ اس میں چار مختلف قصے ہیں جو ایک دوسرے کا جزو الاینک ہیں داستان کا ذخیرہ تیار کرتے ہیں۔

کردار نگاری: پہلا قصہ تو اس بادشاہ کا ہے جو ادا کی نعمت سے محروم ہے۔ یہی قصہ شہزادے کے ہونے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا قصہ ماہ رخ اور شہزادہ بے نظیر سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت ہوتا ہے جب شہزادے کو ماہ رخ سے نجات ملتی ہے۔ تیسری کہانی بدر منیر اور بے نظیر کی ہے داستان روح یہی کہانی ہے پہلے دو قصے دراصل اسی قصے کے اہتمام کے لیے لائے گئے ہیں۔ بدر منیر اور بے نظیر کو اس قصے میں ہیر و اور ہیر وئن کی حیثیت حاصل ہے۔ چوتھا قصہ نجم النساء اور فیروز شاہ کا ہے۔ یہ قصہ حقیقت میں بدر منیر و بے نظیر کی داستان کو ایک طر بناک انجام تک پہنچاتا ہے۔

میر حسن کہانی کے اس گر کو سمجھتے ہیں۔ مانوق الفطرت کا دخل ان کی کہانی کو بگاڑتا ہے۔

ایک نئی نسخہ سے اس مثنوی کے اقتباسات دیے ہیں اور اس کا زمانہ تصنیف 1202ھ
 1221ھ کے درمیان بتایا ہے۔ یہ مثنوی بھی مرتبہ شعری کے لحاظ سے بحر البیان کو نہیں پہنچتی۔ علامہ علی
 کوکنی نے اپنی مثنوی ”تحفہ اعظم“ مصنفہ 1261ھ میں اور ہوس نے اپنی ایک مثنوی میں میر حسن کا ذکر
 کیا لیکن بے سوز و رقت بنارس اور حافظ محمد عبداللہ فتح پوری نے بدر منیر و بے نظیر کے قصے کو منظوم اور درسی
 صورت میں لکھا اور اسے کیا۔ قتل الدین باطن نے 1892ء میں بحر البیان کے ہر شعر کا مصرعہ کرکے
 شائع کیا۔ لیکن آج ان میں سے کوئی کسی کا نام تک نہیں جانتا۔

ب. ظہیر

شہزادہ